کامیاب ہوں اس وقت تک ہمارے دل محبت سے خالی رہیں گے۔ کیونکہ کامیابی کی پرستش ہمیشہ فساد اور بربادی کا باعث ہوتی ہے۔ اولاد کے لیے پوری محبت تب ہی ہو گی جب ان کے ساتھ مکمل رابطہ اور یگانگت رہے۔ یہ بھی دیکھنا ہو گا کہ ان کو ایسی تعلیم ملے جس سے ان میں اعلیٰ اور نفیس احساس ذکاوت اور تکمیل شخصیت پیدا ہوں۔

تعلیم دینے کا فیصلہ کر لینے پر استاد کو اپنے سے پہلا سوال یہ کرنا چاہیے کہ تعلیم دینے کا اصل مفہوم وہ کیا سمجھتا ہے؟ کیا وہ معمولی مضامین حسب معمول پڑھا دینا چاہتا ہے؟ کیا وہ بچوں کو سوشل مشین کا محض ایک پرزہ بنا دینا چاہتا ہے؟ یا ایسی صلاحیت ان میں پیدا کرنا اسے منظور ہے جس سے وہ مکمل اور تخلیقی شخصیت رکھنے والے انسان بنیں اور باطل قسم کے اقدار کے دشمن ہوں۔ اگر اساتذہ کو اپنے شاگردوں کی اس بات میں رہنمائی کرنی ہے کہ جو اثرات اور اقدار ان کو سب طرف سے گھیرے ہوئے ہیں اور جن کا وہ خود ایک جزو بنے ہوئے ہیں۔ ان کی جانچ پڑتال کریں تو کیا یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ خود بھی ان سے واقف رہیں؟ اگر کوئی خود نابینا ہے تو کیا کبھی بھی وہ اوروں کو دریا پار کرنے میں مدد دے سکے گا؟ دراصل خود استاد کو اپنی آنکھ کھولنی چاہیے۔ اس کو ہر دم چاق و چوبند اور اپنے خیالات اور جذبات سے پورا آگاہ رہنا چاہیے۔ اسے یہ بھی معلوم رہنا چاہیے کہ وہ خود کن کن بندشوں میں گرفتار ہے۔ اس کے مشاغل کیا ہیں اور وہ کن تحریکوں سے

متاثر ہوتا ہے کیونکہ باخبر اور باہوش رہنے ہی سے عقل و فہم حاصل ہوتی ہے، اسی سے ایک بنیادی تغیر ان تعلقات میں ہو جائے گا جو اور انسانوں یا خارجی اشیاء کے ساتھ اس کے رہا کرتے ہیں۔

عقل و دانش کا کوئی تعلق امتحانات پاس کرنے سے نہیں ہے۔ فہم و ذکا ایسے بے ساختہ تصور کی تحریک پیدا کر دیتی ہے، جس سے انسان مضبوط اور آزاد ہو جاتا ہے، ذہانت کو بچوں میں بیدار کرنے کے لیے ہمیں خود سمجھنا چاہیے کہ تیزی فکر ہے کیا؟ بچوں سے ہم کس منہ سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ سمجھدار بنیں، اگر ہم میں خود سو طریقوں سے سمجھ کی کمی ہے۔ اصل مسئلہ خالی شاگردوں کی دشواریوں کا نہیں ہے، بلکہ ساتھ ساتھ اپنی دشواریوں کا بھی ہے، کیونکہ انھیں خود ہجوم خوف، رنج والم، ہراس و ناکامی سے چھٹکارا نہیں۔ بچوں کو سمجھدار بنانے کے لیے پہلے ہمیں اپنی اندرونی رکاوٹوں کو دور کرنا پڑے گا، جو خود ہم کو کند ذہن اور بے عقل بنا رہی ہیں۔ ہم اگر برابر اپنی حفاظت کی فکر و تلاش میں لگے رہیں تو بچوں سے کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ اپنے تحفظ کی تلاش میں نہ رہیں۔ اگر والدین اور استاد زندگی کی مٹ بھیڑ میں اپنے کو کمزور پاتے ہیں اور ارد گرد دیواریں کھڑی کر کے پناہ لیتے رہتے ہیں تو بچوں کی فلاح کی کیا امید کی جا سکتی ہے۔ تحفظ کی کوشش کی صحیح اہمیت معلوم کرنے کے لیے، جس کے سبب سے دنیا میں اتنا انتشار پھیل رہا ہے ہمیں اپنے دل کی اندرونی تحریکوں سے کافی واقف اور آگاہ رہ کر عقل و دانش